ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 01. July-September 2025.Page#.4019-4026
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Maulana Abdul Mannan Obaid: A Research and Analytical Study of His Life and Contributions

مولاناعبدالمنان عبیدؒ:حیات وخدمات کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

Sharafat Ali Khan
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
Dr Farhadullah*
Assistant Professor, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
Corresponding Author Email: dr.farhadullah@kust.edu.pk
Talat Mehmood
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
tallatawan787313@gmail.com

Abstract
This research paper presents a scholarly study of the life and services of Hazrat Maulana Abdul Manan Ubaid (1912–1977). He dedicated his life to the teachings of the Qur'an and Sunnah, public reform, and social service. After graduating from Darul Uloom Deoband, he engaged in teaching, preaching, and reformative movements that left a profound impact on the religious and social life of the region. In particular, through the establishment of Anjuman Islah al-Muslimeen, he achieved remarkable success in eradicating customs and innovations, and in reviving Islamic social values. The study reveals that Maulana Ubaid's contributions, at intellectual, reformative, and social levels, represent the stature of a continuous movement.
Keywords: Abdul Manan Ubaid, Lachi, Deoband, Social Reform, Religious Services, Anjuman Islah al-Muslimeen

تعارف

زیر نظر مقالہ میں حضرت مولاناعبدالمنان عبید لاچویؒ (1912–1977) کی حیات وخدمات کا تحقیقی مطالعہ کیا گیاہے۔ آپ نے اپنی زندگی قرآن وسنت کی تعلیم، عوامی اصلاح اور سماجی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد تدریس، خطابت اور عوامی اصلاحی تحریک کے ذریعے علاقے کی مذہبی وسماجی زندگی میں گہرے اثرات مرتب کیے۔ بالخصوص "انجمن اصلاح المسلمین" کے قیام کے ذریعے رسوم وبدعات کے خاتمے اور اسلامی معاشرت کے احیاء میں نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ تحقیق سے واضح ہوتاہے کہ مولاناعبیدؒ کی خدمات علمی، اصلاحی اور سماجی سطح پر ایک مستقل تحریک کی حیثیت رکھتی ہیں۔
Keywords: عبدالمنان عبید، لاچی، دیوبند، اصلاحِ معاشرہ، دینی خدمات، انجمن اصلاح المسلمین

اسلامی تاریخ میں علما کرام نے ہمیشہ دین کی ترویج اور اصلاحِ معاشرہ میں بنیادی کردار ادا کیاہے۔ قرآن کریم نے اہل ایمان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری دی ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ [1]

اس آیت کے مطابق مسلمانوں کی بھلائی اور عظمت اسی وقت ممکن ہے جب وہ معاشرے میں نیکی کو رواج دیں اور برائی کو ختم کریں۔ برصغیر پاک وہند میں ہندوؤں کے ساتھ صدیوں تک رہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں غیر اسلامی رسم ورواج رائج ہو گئے تھے۔ ایسے حالات میں متعدد اصلاحی تحریکات چلائی گئیں۔ انہی مصلحین میں حضرت مولانا عبدالمنان عبیدؒ کا کردار غیر معمولی اہمیت رکھتاہے۔

"مولانا عبد المنان صاحب ان خوش نصیب ہستیوں میں سے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ [2] یعنی اللہ ایمان والوں کے درجات بلند کرتا ہے اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے ان کے مرتبے کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ آپ کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر ہے۔ ایمان، اخلاص، اور علمِ دین کی روشنی سے آپ نے اپنی شخصیت کو مزین کیا اور اپنے علم و عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔"

یہ ہمارے گاؤں لاچی کی سعادت مندی اور خوش نصیبی ہے کہ یہاں ایسی عظیم المرتبت، علم و فضل سے معمور اور زہد و تقویٰ کی پیکر شخصیت نے آنکھ کھولی جنہیں دنیا مولانا عبد المنان عبید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ نہ صرف علم دین کے ایک درخشندہ ستارے تھے، بلکہ اخلاص، عاجزی، سادگی اور خدمت خلق کا عملی نمونہ بھی تھے۔

مولانا عبد المنان عبید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت، تعلیم و تعلم، اور اصلاحِ معاشرہ میں صرف کر دی۔ آپ کی علمی گہرائی، تدریسی مہارت، اور تربیتی بصیرت نے نہ جانے کتنے دلوں کو ایمان کی حرارت عطا کی، اور کتنے گمراہوں کو راہِ راست پر لایا۔ آپ ایک ایسے مربی تھے جنہوں نے علم کے ساتھ ساتھ کردار کی تعمیر کو بھی ہمیشہ اولین ترجیح دی۔

آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ نہ صرف منبر و محراب کے عالم تھے بلکہ عام لوگوں کی زندگیوں میں بھی دین کا عملی نمونہ پیش کرتے۔ علاقائی سطح پر دینی شعور بیدار کرنے میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ مدارس، مساجد، اور درس گاہوں کے قیام و فروغ میں آپ کی کوششیں کسی بھی علاقے کے لیے باعثِ فخر اور صدقۂ جاریہ ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:
إِذَا مَاتَ الْإِنسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ:
صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ [3]

اردو ترجمہ

"جب انسان مر جائے، تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے:

۱۔ صدقہ جاریہ،

۲۔ ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے،

۳۔ صالح اولاد جو اُس کے لیے دعا کرے۔"

اس لحاظ سے مولانا عبیدؒ خوش نصیب ہے کہ آپؒ کو یہ بشارتیں وافر مقدار میں عطا کر دی گئی ہے۔

یقیناً مولانا عبد المنان عبید رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، اور ان کا وجود کسی بھی علاقے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور برکت ہوتا ہے۔ آج اگر ہمارے علاقے میں دینی فضا قائم ہے، تو اس میں مولانا مرحوم کی کوششوں کا نمایاں حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ نے 1912ء میں گاؤں لاچی میں پیدا ہوئے اور ایک معروف عالم دین، پیر طریقت ماذون صاحب اول مولانا عبد الحلیمؒ کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپؒ کے والد بزرگوار مولانا عبد الحلیمؒ نے آپؒ کا نام عبد المنان رکھا۔ عبید آپؒ کا تخلص تھا۔ آپؒ بچپن ہی سے سعادت کے علامات سے معمور تھے۔ جس کی وجہ سے مستقبل میں ایک مستند عالم دین، مصلح، روحانی پیشوا کے طور پر ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپؒ اپنے گاؤں میں ماذون صاحب ثانی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ ماذون کا مطلب "اجازت" ہے۔ چونکہ آپؒ کو اپنے پیر و مرشد مولانا سلیم بن شندی گلؒ سے بیعت و خلافت اور اجازت حاصل تھی اس وجہ سے آپؒ کو ماذون صاحب کے نام سے جانا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ خاندانی رشتے، وہ سرمایہ ہیں جو وقت کے ساتھ پرکھے جاتے ہیں اور نسلوں کے دلوں میں اپنی گہری جڑیں بنا لیتے ہیں۔ ایسی ہی ایک انمول نسبت ہمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معزز خاندان کے ساتھ حاصل ہے، جو نہ صرف قابلِ فخر ہے بلکہ ہمارے لیے باعثِ سعادت و عزت بھی ہے۔

ہمارے بزرگوں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جو محبت، عزت اور قربت کا رشتہ تھا، وہ آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہے۔ سنا ہے کہ ہمارے دادا مرحوم اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات نہایت باوقار، پرخلوص اور باہمی اعتماد پر مبنی تھے۔ دونوں خاندانوں کے درمیان وہ رشتہ تھا جس میں دلوں کا جوڑ، زبان کا ادب اور دلوں کی گواہی شامل تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی یہ نسبت ختم نہ ہوئی بلکہ ان کے جانشین اور فرزندِ ارجمند، محترم سعد اللہ خان حیران صاحب کے ذریعے یہ رشتہ اور مضبوط ہوا۔ ہمارے والد محترم، سعادت سحر مرحوم، سعد اللہ خان حیران صاحب کو نہ صرف اپنا استاد مانتے تھے بلکہ ان کے ادب واحترام کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ان کی صحبت نے والد محترم کی علمی و فکری تربیت میں جو کردار ادا کیا، وہ نا قابلِ فراموش ہے۔

یہی تربیت ہمیں ہمارے والدین سے ملی — کہ جن ہستیوں کا ذکر وقار سے کریں، ان کی عظمت کو دل سے تسلیم کریں اور ان کے ساتھ جڑے رشتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے خاندان اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے درمیان وہی محبت، وہی ادب اور وہی روحانی نسبت قائم ودائم ہے، جو ہمارے بزرگوں نے قائم کی تھی۔

وہ بیج جو کبھی محبت، عزت اور خلوص کی مٹی میں ہمارے بزرگوں نے بویا تھا، آج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔اس کا سایہ دونوں خاندانوں کے دلوں کو ٹھنڈک بخشتا ہے، اور یہ رشتہ ایک روایت بن چکا ہے—ایسی روایت جس میں محبت ہے، وفا ہے، اور روحانی وابستگی ہے۔

ہمارے لیے یہ نسبت نہ صرف اعزاز ہے بلکہ ایک ذمہ داری بھی ہے کہ ہم اس تعلق کو آئندہ نسلوں تک اسی پاکیزگی، سچائی اور احترام کے ساتھ منتقل کریں جس طرح ہمیں ہمارے والدین نے عطا کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رشتے کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور ہمارے دلوں کو ان بزرگوں کی محبت سے سرشار رکھے، جنہوں نے ہمیں اس نسبت کے قابل بنایا۔ آمین۔

راقم الحروف اس بات کو اپنی دینی، علمی اور روحانی زندگی کی ایک عظیم سعادت، خوش بختی اور اعزاز سمجھتا ہے کہ اُسے مولانا عبدالمنان عبیدؒ جیسی جلیل القدر، علمی و دینی خدمات سے بھرپور، فکری و اصلاحی اعتبار سے نمایاں شخصیت پر قلم اٹھانے کی توفیق نصیب ہو رہی ہے۔ایسی ہستی پر لکھنا نہ صرف ایک عظیم علمی کام ہے بلکہ ایک روحانی تجربہ بھی ہے، کیونکہ یہ شخصیات صرف اپنے زمانے کے لیے ہی نہیں، بلکہ آنے والے ادوار کے لیے بھی مشعلِ راہ ہوتی ہیں۔

اس مبارک کام کی توفیق ملنے پر جہاں اللہ رب العزت کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں، وہیں اپنے والدِ گرامی، محترم سعادت سحر صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے نہ صرف مجھے اس موضوع پر لکھنے کی ترغیب دی بلکہ اپنی علمی بصیرت، فکری رہنمائی اور مخلصانہ دعاؤں سے ہر قدم پر میرا حوصلہ بڑھایا۔اُنہی کی توجہ، شفقت اور رہنمائی کا نتیجہ ہے کہ میں اس قابل ہوا کہ ایک ایسی شخصیت پر قلم اٹھا سکوں جنہوں نے علم، عمل، اخلاص اور دعوت کے میدان میں انمٹ نقوش چھوڑے۔

یہ تحقیقی کاوش دراصل میری جانب سے ایک خراجِ عقیدت ہے اُن شخصیات کے لیے جنہوں نے دین کے پیغام کو خلوص اور ایثار کے ساتھ آگے بڑھایا، اور جن کے فکر و عمل سے نسلوں نے راہنمائی حاصل کی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کا نفع عام و خاص کے لیے وسیلہ بنائے۔ آمین۔

تاریخی وسماجی پس منظر

انیسویں اور بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر کے مسلمانوں پر سیاسی غلامی اور فکری پسماندگی کے اثرات نمایاں تھے۔ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے شادی بیاہ، میلوں ٹھیلوں اور دیگر سماجی تقریبات میں غیر اسلامی رسومات عام ہو چکی تھیں۔اکابرینِ دیوبند نے ایسی بدعات کے خلاف آواز بلند کی۔حضرت مولانا عبیدؒ انہی اصلاحی رجحانات سے متاثر ہو کر اپنے علاقے میں سرگرم ہوئے۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم

ماذون ثانی مولانا عبدالمنان عبیدؒ نے جس گھر میں آنکھ کھولی۔وہ شروع ہی سے اپنے وقت کا دینی، علمی، روحانی اور ادبی مرکز کے طور پر مانا جاتا تھا۔آپؒ کو اپنی کی گود میں جو ماحول ملا۔وہ ایک بچے کیلئے ان کی دینی اور علمی تربیت کیلئے کافی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ(4)

ترجمہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔"

اس لحاظ سے بھی آپؒ خوش قسمت تھے کہ پیدا ہوتے ہی آپؒ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

قرآن پاک کی تعلیم اپنے والد محترم کے پیر و مرشد حضرت شندی گلؒ (پلوسئ صاحب) سے شروع کی اور ان سے چھ پارے مکمل کئے۔

جب آپؒ نے دینی علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو ابتدائی کتابیں آپؒ نے لاچی کی مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھنے والے عالم دین قاضی برہان الدین سے پڑھیں۔ بعد ازاں، مولانا عمل دین صاحب (ٹیری)، مولانا معراج گل صاحب (گمبٹ)، مولانا عبد الشکور صاحب (شادی خیل)، مولانا گلین صاحب (وزیرستان) جیسے مختلف اساتذہ سے مختلف کتابیں پڑھیں۔ اساتذہ کی توجہ اور ان کی محنت کی بدولت وہ علم میں نمایاں مقام پر پہنچے۔

دارالعلوم دیوبند کا سفر

اس وقت متحدہ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اعلی تعلیم کا ایک عظیم مرکز تھا۔ چنانچہ ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ نے اپنے والد محترم کے مشورے سے صرف سولہ سال کی عمر میں 1929ء میں آپؒ نے وہاں اعلی تعلیم حاصل کرنے کا سفر کیا۔

یہ ایک باصلاحیت طالب علم مولوی جنت نور کا بیان ہے۔ جس میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ امتحان کے دوران 1400 طلباء کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ جب مولانا عبد المنان صاحبؒ نے امتحان دیا تو ممتحن نے کہا کہ "کوہاٹی عبد المنان نے میرا دل ٹھنڈا کر دیا" اس جملے میں ممتحن صاحب کی یہ بات مولانا عبد المنان صاحبؒ کیلئے ایک عزت کا دروازہ ثابت ہوئی اور یہ اس بات کا اشارہ تھی کہ وہ ایک باصلاحیت اور ذہین طالب علم ہے۔

اللہ نے آپؒ کو بیش بہا کمالات وانورات اور بہترین علم سے نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم درسگاہ میں انہیں تعلیم حاصل کرنے کے قابل سمجھا گیا۔

دارالعلوم دیوبند میں انہوں نے اپنے دور کے بڑے بڑے فقہاء اور جید علماء جیسے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروھیؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے علم حاصل کیا اور اس طرح اپنے سینے کو علم کی روشنی سے منور کر دیا۔

دارالعلوم کی عالمی حیثیت کی بدولت ان کی شخصیت، سوچ اور فکر میں نمایاں تبدیلی آئی۔ کیونکہ دارالعلوم دیوبند صرف کتابوں کا مطالعہ کرنے والی مدرسہ نہیں تھی بلکہ یہ امت مسلمہ کے ہر مسئلے کا حل اور پوری قوم کے دینی، مذہبی، ادبی، سیاسی اور سماجی حیثیت کی سرچشمہ تھی۔ اس کی اہمیت کا اظہار اردو اور عربی کے بڑے ادیب مولانا نور عالم خلیل امینیؒ دارالعلوم دیوبند کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے یوں فرمایا ہے کہ:

"دارالعلوم دیوبند کی روشن تاریخ میں یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہاں کے طلباء نے اپنے اساتذہ سے صرف علم و معلومات ہی حاصل نہیں کیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اخلاص، تقوی، زہد، اصلاح، جذبہ دین، محمدی کیلئے لگن اور اردو زبان میں مہارت بھی سیکھی۔ دین محمدی کا درد، مسلمانوں کی بدحالی کا احساس بھی یہاں پیدا ہوتا تھا۔ یہاں پر اسلام کی روشنی کو ماند کرنے والی بدبخت ذہنیت کے خلاف ذہنیت سازی بھی کی جاتی تھی۔ عزم کی طاقت سے وہ اس قدر پرجوش تھا کہ اپنے دین کیلئے اس نے اپنی تمام توانائیاں، وسائل اور صلاحیتیں وقف کر دی تھیں۔ دارالعلوم اس کی بلند فکر اور مقصد کا منبع تھا۔

جس کے تحت اس کے طلباء صرف رسمی سرٹیفکیٹ والے علماء نہیں بنتے اور نا ہی اپنے علم و فکر کو دنیاوی اور مادی اشیاء کے حصول کا ذریعہ بناتے"

ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ دیوبند کی اس تعلیم کا عملی نمونہ تھا۔ جو ہمیشہ دین اسلام کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ آپؒ کی ساری زندگی عوام کی دینی تعلیم اور تربیت میں گزری۔ چاہے وہ مسجد ہو، مدرسہ ہو، جلسہ ہو یا جرگہ وہ حق کی تبلیغ ضرور فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے کبھی بھی دینی کاموں میں ذاتی مفادات کا خیال نہیں رکھا۔ اور نہ ہی دینی مسائل کو بیان کرنے میں کسی کی ناراضگی کی پرواہ کی۔

آپؒ نے اپنی تمام زندگی سادگی، فقر، اور قناعت کے دامن میں لپیٹ کر، ایک عام مگر باوقار مسلمان کی حیثیت سے معاشرے میں گزاری۔ کبھی کسی منصب یا شہرت کی تمنا ان کے دل میں نہ آئی۔ وہ ظاہری دنیا سے بے نیاز مگر باطنی طور مالا مال تھے۔ استغناء آپؒ کی شخصیت کا زیور تھا۔

آپؒ ن کسی خانقاہ مین گوشہ نشین رہے، نہ محض درس و تدریس کے دائرے تک محدود۔ ان کی نگاہ ہر مسئلے پر گہری ہوتی۔ آپؒ اپنے آرام و سکون کو ترک کرکے لوگوں کی اصلاح و تربیت کیلئے کوشاں رہے۔ گاؤں گاؤں جاتے، مجالس میں وعظ و نصیحت فرماتے۔

آپؒ کی ذات میں علم و عمل کا ایسا حسین امتزاج تھا کہ بیک وقت آپؒ مرشد بھی تھے اور معلم بھی، صوفی بھی اور عالم بھی، شاعر بھی اور مصنف بھی، خطیب بھی اور مصلح بھی۔ آپؒ ایک مکمل اور ہمہ جہت شخصیت تھے اور یہ کمالات انہیں دارالعلوم دیوبند کے علمی چشمے سے سیراب ہو کر حاصل ہوئے تھے۔

ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ نے دارالعلوم دیوبند میں چار سال تک علوم نبوت کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ بیس برس کی عمر میں "سند فراغت" کا شرف پایا۔ 1933 کو اپنے گاؤں لاچی لوٹ آئے تاکہ علم کی روشنی کو اپنے ماحول میں پھیلائے اور دین کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔

شادی

یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ مولانا عبد المنان عبیدؒ نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کے دوران جب کبھی تعطیلات میں اپنے آبائی علاقے لاچی آتے تو علمی مشغولیات کے ساتھ ساتھ معاشرتی ذمہ داریوں کو بھی نظر انداز نہ کرتے۔ سن 1932ء میں، جب وہ اپنے تعلیمی سفر کے آخری مراحل میں تھے، انہوں نے لاچی کے معزز خٹک قبیلے کے معروف اور بزرگ شخصیت ملک صیب عظیم خان کی صاحب زادی سے منگنی کی۔ یہ نسبت اس وقت طے پائی جب آپؒ محض بیس برس کے نوجوان طالب علم تھے، اور اسی سال آپؒ کا نکاح بھی عمل میں آیا۔

یہ آپؒ پر رب کریم کا خاص فضل و کرم تھا کہ ایک جانب انہیں دینِ اسلام کی خدمت کیلئے علم و عرفان کے عظیم تاج سے سرفراز کیا، تو دوسری جانب دنیاوی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت باعزت، باکردار اور بلند نسبت بیوی کی صورت میں عطا کی۔ اس رفیقہ حیات کی شخصیت نہ صرف ان کی نجی زندگی میں سکون و وقار کا باعث بنی بلکہ ان کے علمی مقام اور سماجی مرتبے کو بھی مزید جلا بخشتی رہی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد درس نظامی کی کتب مقامی علماء سے پڑھیں اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند گئے۔

تدریسی خدمات

مدرسہ جٹہ اسماعیل خیل

فراغت کے بعد آپ نے اپنے علاقے کے قریب گاؤں جٹا اسماعیل خیل میں مدرسہ قائم کیا۔ یہاں نو سال تک تدریس کی اور سینکڑوں طلبہ کو قرآن و سنت کی تعلیم دی۔

لاچی میں مدرسہ

بعد ازاں آپ نے اپنے آبائی علاقے لاچی میں "الگڈہ مسجد" میں مدرسہ قائم کیا۔ چار سال تک تعلیم جاری رہی مگر معاشی مجبوریوں کے باعث بند کرنا پڑا۔

امامت و خطابت — عبادت سے معاشرت تک

ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ کی شخصیت محض ایک مدرس یا فاضل تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ ایک صاحبِ بصیرت امام، سچے خیر خواہ، اور مؤثر خطیب بھی تھے۔ جب والدِ محترم کا انتقال ہوا تو گھر کی مسجد کی امامت ان کے سپرد ہوئی۔ یہ صرف رسمی جانشینی نہ تھی، بلکہ درحقیقت ایک روحانی وراثت تھی، جسے انہوں نے کمال دیانت، عاجزی اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ

ان کی امامت صرف نمازوں کی ادائیگی تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ مسجد کو عبادت، تعلیم، اصلاح اور خیر کے ایک ہمہ گیر مرکز میں تبدیل کر چکے تھے۔ وہ نہ صرف جماعتوں کی باقاعدہ امامت کرتے بلکہ نمازیوں کی تربیت، رہنمائی، اور ان کے مسائل کے حل میں بھی پیش پیش رہتے۔

جمعہ کے خطبے — عقل و دل کو بیدار کرنے والے الفاظ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد المنان عبیدؒ سے اپنے علاقے لاچی میں خطابت کے ذریعے تصحیح عقائد، اشاعت توحید اور اصلاح اعمال و رسوم اور انابت الی اللہ کا عظیم و وسیع کام لیا۔ درس و تدریس کے علاوہ آپؒ کی دعوت کا ایک موثر ذریعہ جمعہ کا خطبہ تھا۔ جمعہ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگی میں ہمارے علاقے لاچی میں اتنا بڑا جمعہ اور اتنی موثر و مقبول جمعہ کی تقریر کہیں نہیں ہوتی تھی۔ لوگ دور دراز کے علاقوں سے صرف جمعہ کی تقریر سننے آتے اور بہت پہلے سے منتظر رہتے تھے۔

حضرت مولانا عبد المنان وعبیدؒ کی یہ تقریر خالصتا اصلاحی اور تبلیغی رنگ کی ہوتی تھی۔ اس کی سب سے نمایاں اور بڑی خصوصیت اور طاقت آپؒ کی صاف گوئی، بے خوفی اور ہر قسم کی مصلحت اندیشی سے بے پروائی تھی۔ یہ تقریر بالکل مطابق حال ہوتی تھی۔ اس سے غلط عقائد، فاسد اخلاق، غیر دینی اور غیر شرعی رسوم و اعمال، غیر اسلامی معاشرت و تمدن پر ضرب کاری لگتی تھی۔ اور ہر وہ شخص جو اس میں مبتلا ہوتا اس ضرب اور اس چوٹ کو محسوس کرتا تھا، اور اثر لئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ آپؒ اس میں کسی قسم کی رعایت و مداہنت سے قطعا کام نہیں لیتے تھے۔

ماذون ثانی مولانا عبد المنان عبیدؒ کے جمعہ کے خطبات ان کی فکری گہرائی، دینی بصیرت اور مشاہداتی ذہانت کا آئینہ تھے۔ وہ خطبہ محض رسماً نہیں دیتے تھے، بلکہ اس کے لیے باقاعدہ مطالعہ، غور و فکر اور دعاؤں کے ساتھ تیاری کرتے۔ ان کے خطبوں کے موضوعات ہمیشہ وقت کی ضرورتوں سے جڑے ہوتے:

کبھی والدین کی اطاعت اور اولاد کی تربیت پر بات کرتے،

کبھی معاشرتی برائیوں جیسے سود، جھوٹ، یا بدعقیدگی کے خلاف پر اثر گفتگو کرتے،

اور کبھی امت کے عالمی مسائل پر حکمت بھرے انداز میں روشنی ڈالتے۔

ان کا لہجہ نرم ہوتا، مگر الفاظ میں ایسی روانی، استدلال اور اثر ہوتا کہ لوگ صرف سنتے نہیں تھے بلکہ سن کر سوچنے لگتے۔ وہ قرآن وحدیث کے حوالوں کو عام فہم انداز میں پیش کرتے، اور پیچیدہ دینی مسائل کو سادگی سے بیان کرتے کہ پڑھے لکھے سے لے کر عام دیہاتی تک سب سمجھ سکیں۔

جب مدرسہ نہ رہا، تو مسجد ہی مکتب بن گئی

وقت نے کروٹ لی، اور مدرسے کا باضابطہ نظام چند سال بعد ختم ہو گیا۔ مگر علم وہدایت کا چراغ بجھنے نہ پایا۔ مولوی عبد المنان نے مسجد کے ایک کونے کو درسگاہ میں بدل دیا۔ ان کے پاس چند تختیاں، چند کتابیں اور کچھ پُر خلوص طالبعلم تھے، اور یہی ان کے لیے کافی تھا۔

وہ فجر کے بعد اور عصر کے بعد درس دیا کرتے۔ چھوٹے بچوں کو قرآنِ مجید ناظرہ اور تجوید کے ساتھ پڑھاتے، اور بڑے طلبہ کو نحو، فقہ، اور ترجمہ قرآن کی تعلیم دیتے۔ وہ علمی سختی کے ساتھ ساتھ تربیتی نرمی کا امتزاج رکھتے تھے۔ طلبہ ان سے صرف علم ہی نہیں، اخلاق، عاجزی، خدمت اور دینی غیرت سیکھتے۔

ایک امام، جو لوگوں کے دلوں میں بستا تھا

مولوی عبد المنان صرف امام نہ تھے، بلکہ اہلِ علاقہ کے لیے مفکر، ناصح، فیصل، اور خیر خواہ بھی تھے۔ کوئی بیماری ہو، کوئی بیماری ہو، کوئی جھگڑا ہو، کوئی شادی یا جنازہ ہو — ہر موقع پر وہ سب سے آگے ہوتے۔ وہ نکاح بھی پڑھاتے، قضاء بھی کراتے، اور دلوں کو جوڑنے کی باتیں بھی کرتے۔ ان کی زبان میں شیرینی، آنکھوں میں سچائی اور دل میں درد ہوتا۔

جمعہ کے دن وہ نہایت سادہ کپڑوں میں، قرآن ہاتھ میں لیے، مسجد میں داخل ہوتے۔ وہ نہ کبھی بلند آواز سے بولتے، نہ کسی پر غصہ کرتے، مگر ان کے لہجے میں ایک ایسی "خاموشی کی گھن گرج" ہوتی تھی، جو ہر سامع کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی۔

خطیبِ وقت، جو جاہ و جلال سے نہیں، اخلاص سے دل جیتتا تھا

ان کی خطابت کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سچا بولتے تھے۔ نہ دکھاوا، نہ مبالغہ، نہ سیاست، نہ خود نمائی۔ وہ منبر پر بیٹھ کر وہی بات کہتے جو خود عمل میں لاتے، اور وہی زبان استعمال کرتے جو عام لوگوں کی سمجھ میں آسکے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے سامعین میں محض نمازی نہیں، بلکہ راہ چلتے لوگ بھی شامل ہوتے تھے، جو صرف ان کی بات سننے مسجد کی طرف کھنچے چلے آتے۔

بیعت اور خلافت

مولانا عبد المنان عبیدؒ کا روحانی تعلق اپنے والد محترم کے پیر و مرشد حضرت شندی گل صاحبؒ کے جانشین مولانا محمد سلیم (پلوسئ صاحب ثانی) کے ساتھ تھا، جو اپنے وقت کے بڑے عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے، اور سلسلہ قادریہ میں اپنے والد پلوسئ صاحب اول حضرت شندی گلؒ کے خلیفہ تھے، جنہیں الحاج ولی اللہ قادری مجددی عرف "تیراہ صاحب" کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔

ان سے بہت سے لوگوں نے فیض اور برکت حاصل کی اور اس علاقے میں ان کے بہت سے خلیفہ موجود تھے، جن میں ان کے دو بیٹے مولانا محمد رفیق صاحب اور مولانا محمد جمیل صاحب، صابر آباد کے مولانا صابر الحق صاحب، ڈھوڈے کے مولانا رسول شاہ صاحب جو "ڈھوڈے صاحب" کے نام سے مشہور تھے، بنگی خیل میاوالی کے بادشاہ گل صاحب، وولئ کے سید احمد صاحب، اور تروی بیرے کے محمد صالح صاحب شامل ہیں۔

مولانا عبد المنان عبیدؒ کو بھی انہوں نے بیعت کی اجازت دی تھی۔ اس نسبت سے مولانا عبد المنان عبید صاحبؒ پورے علاقے میں ماذون صاحب ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا محمد سلیم (پلوسئ صاحبؒ) مولانا عبد المنان عبید صاحبؒ کی علم کی بہت قدر دانی کرتے تھے اور آپؒ کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے، نہ صرف وہ بلکہ ان کے پورے خاندان اور خاص طور پر ان کے اولاد کے لیے وہ دعائیں کیا کرتے تھے۔

علم کا یہ چشمہ جو آج تک اس خاندان میں جاری ہے، ان کی دعا کے برکت سے ہے۔

دور دراز علاقوں کے لوگ اپنی اصلاح کے لیے آپؒ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ بھی اپنی دعوت پر ان کے علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ان کے مریدوں کا تعلق کرک کے علاقوں، نری پانوس، ڈگر نری، ٹیری، احمدی بانڈہ، منصور گڑھ اور کوہاٹ کے مختلف علاقوں سے تھا۔

اصلاحی وسماجی خدمات

مفتی اسماعیل طوروصاحب اپنی کتاب "حواء کے نام" میں رقم طراز ہے کہ:

"علمائے کرام ہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے دین کا رشتہ اسلاف کیساتھ جوڑ کر رکھا ہوا ہے اور دین ہم تک پہنچایا ہے جن کی ضرورت ہمیں نکاح میں، جنازہ میں، عیدین میں، جمعہ میں اور عام نمازوں میں، تقریر میں، تحریر میں، مسائل میں اور بچہ کے کان میں اذان دینے میں پڑتی ہے لہذا ان سے محبت دین سے محبت ہے۔ مغرب اور اس کے غلام میڈیا نے علماء کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کیا ڈاکٹروں، وکیلوں، سائنس دانوں میں اختلاف نہیں؟

اختلاف امتی رحمة [5]

پھر بھی ان سے مسائل حل کراتے ہیں عالم دین بھی انسان ہے فرشتہ نہیں ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے عالم کا دوسرا نام فرشتہ نہیں لہذا ان کی غلطیاں نظر انداز کر کے ان سے محبت کر کے اسلام سے محبت کا ثبوت دیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیں کہ ایک شخص پر ایک لاکھ روپے قرضہ ہے اور اس کے پاس ڈیڑھ لاکھ روپے ہیں دوسرے پر ایک لاکھ روپے قرضہ ہے لیکن اس کے پاس ایک کروڑ روپے ہیں۔ بتاؤ قرضہ ادا کرنے کے بعد زیادہ خسارے میں کون ہے؟ اسی طرح علماء اور حفاظ کرام خود دین پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے ہیں اور سینکڑوں، ہزاروں کے حساب سے شاگردوں کو عالم اور حافظ بنے بناتے ہیں۔

حضرات علماء کرام سے محبت فرمائیں اور انکو فرشتہ نہ سمجھیں، ان کے ساتھ بھی نفس و شیطان ہوتا ہے۔ لہذا ان سے غلطی ہو گی، کوتاہی ہو گی۔ آپ نے انکو معاف کرنا ہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ عالم کی غلطی آپ کو اس سے نہ کاٹے اور بد عمل کی نیکی آپ کو اس سے متاثر نہ کرے۔ اس لیے کہ عالم عالم ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے گناہ سے توبہ کر لی اور خصوصاً سیاسی بے دین سیاست دان جو کرتے ہیں مذہبی سیاستدانوں کے شیطان بھی وہ کام نہیں کرتے۔ نبی کریم سے کلام نے حکومت کی صحابہ نے حکومت کی، بارہ سو سال قرآن وحدیث کا قانون تھا۔ لہذا اب بھی مسلمانوں کا سربراہ نیک ترین مسلمان ہو گا۔ شرابی کبابی، زانی ہو اور کافروں کی غلط باتوں کے ہاں میں ہاں ملائے۔ وہ حکمرانی کے قابل نہیں اور نیک وہ آدمی ہے جو عام لوگوں سے نسبتاً نیک ہو باقی غلطی تو ہر آدمی میں ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ فلانے نیک میں غلطی ہے لہذا حکومت فلانے زانی شرابی ناچنے اور نچوانے والے اور بدکردار کے حوالے کرو، غلط ہے"[6]

قصہ مختصر یہ ہے کہ ہر دور میں ہر زمانے میں اس امت کی رہنمائی علماء حق نے کی ہے اور ہر فتنہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ

عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

"كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ."

قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: "فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ."[7]

ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب بھی کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین بن جاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، اور بہت سے خلفاء ہوں گے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا: "پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"پہلے پہلے (خلیفہ) کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق ادا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان سے ان رعایا کے بارے میں سوال کرے گا جن پر انہیں مقرر کیا گیا ہے۔"[6]

مولانا عبد المنانؒ نے اس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس کا حق پوری طرح سے ادا کیا اور اپنے دور میں معاشرے کی صحیح سمت میں رہنمائی کی اور اس مقصد کیلئے آپ نے انجمن اصلاح المسلمین کو قائم کیا۔

میرے خیال سے مولانا عبد المنانؒ کا سب سے اہم کام اصلاح معاشرہ کا کام ہے چونکہ یہاں پر ہندو اور مسلم ایک ساتھ مل جل کر ایک معاشرے میں رہ رہے تھے تو مسلمانوں میں بہت سے رسومات ہندوؤں کے رائج ہو چکے تھے جو کسی شکل میں اب بھی موجود ہے نے اس کے خلاف کام کیا۔

انجمن اصلاح المسلمین کا قیام

حضرت مولانا عبیدؒ نے بدعات وخرافات کے خاتمے کے لیے "انجمن اصلاح المسلمین" قائم کی۔ اس انجمن کے منشور میں 29 نکات شامل تھے۔ ان میں سے اہم درج ذیل ہیں:

1. شادی بیاہ میں فضول خرچی اور ہندووانہ رسومات کی ممانعت۔

2. میت پر سوئم اور چہلم جیسی بدعات کی روک تھام۔

3. عورتوں اور مردوں کی مخلوط محافل کا خاتمہ۔

4. جمعہ کے خطبات کے ذریعے عوامی اصلاح۔

5. تعلیم عام کرنے اور مکتب قائم کرنے کی ترغیب۔

6. قمار بازی سے اجتناب۔

.7میلوں ٹھیلوں میں غیر اسلامی رواج کے خاتمے کی کوشش۔

.8عوام کو قرآن و سنت کی طرف متوجہ کرنا۔

علمی و فکری خدمات

قرآن و حدیث کی تدریس اور تفسیر و فقہ پر گہرے دروس۔

شاگردوں کی اخلاقی تربیت۔

اکابرین کے افکار کو عوام تک پہنچانا۔

خطبات میں اسلامی معاشرت کے اصول بیان کرنا۔

اکابرین دیوبند فرمایا کرتے تھے:

اصلاحِ معاشرہ اس وقت ممکن ہے جب علما عوام کی رہنمائی کریں اور خود عمل کے نمونہ بنیں۔"

مولانا عبیدؒ کی زندگی اس قول کا عملی نمونہ تھی۔

تجزیہ(Analysis)

حضرت مولانا عبیدؒ نے اپنے علاقے کی علمی اور سماجی زندگی میں نئی روح پھونک دی۔ آپ کی کوششوں سے عوام میں اسلامی شعور پیدا ہوا۔ غیر اسلامی رسومات میں واضح کمی آئی۔ آپ کے شاگرد آج بھی مختلف مدارس اور مساجد میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

علامہ برکوئی اپنے کتاب طریقہ محمدی میں لکھتے ہیں کہ "جس طرح نبی بعد از وفات نبی ہوتا ہے بلکل اسی طرح ولی بھی بعد از وفات ولی ہوتا ہے"

اللہ تعالی آپؒ حضرات کے فیوضات کو جاری و ساری رکھے۔ آمین

نتیجہ و سفارشات(Conclusion & Recommendations)

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ مولانا عبیدؒ ایک ہمہ جہت عالم، مصلح اور رہنما تھے۔ ان کی خدمات آج کے دور میں بھی مشعلِ راہ ہیں۔ سفارشات:

.1ان کی تحریروں اور خطبات کو یکجا کر کے شائع کیا جائے۔

.2ان کے شاگردوں اور عینی شاہدین کی یادداشتیں جمع کی جائیں۔

.3انجمن اصلاح المسلمین کے منشور کو موجودہ معاشرتی حالات میں نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔

حوالہ جات(Bibliography)

قرآن مجید و احادیث مبارکہ

[1]سورۃ العمران: آیت نمبر:110

[2]سورۃ المجادلہ: آیت نمبر:11

[3] صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث:71

[4] صحیح مسلم، حدیث نمبر1631

[5] بیہقی رد المحتارج اص۶۸

[6]حواء کے نام مصنف مفتی اسماعیل طورو

[7] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث نمبر:3455